© rasailojaraid.com

مطبوعات غالب صدی

۱- خطوط غالب (جلد اول)	...	۱۵/۵۰ روپے
۲- خطوط غالب (جلد دوم)	...	۱۵/۵۰
۳- مہر نیمروز	...	۹/۰۰
۴- دستنبو	...	۳/۰۰
۵- قادر نامہ	...	۱/۷۵
۶- قصاید و مثنویات غالب (فارسی)	...	۲۷/۵۰
۷- سبد چین	...	۸/۵۰
۸- اشاریہٴ غالب	...	۱۸/۰۰
۹- درفش کاویانی	...	۱۲/۰۰
۱۰- قطعات و رباعیات ، ترکیب بند ، ترجیع بند و مخمس غالب	...	۱۳/۰۰
۱۱- دیوان غالب (اردو)	...	۱۶/۰۰
۱۲- غالب ذاتی تاثرات کے آئینے میں	...	۷/۰۰
۱۳- پنج آہنگ	...	۲۹/۵۰
۱۴- افادات غالب	...	۱۱/۵۰
۱۵- غزلیات غالب (فارسی)	...	۱۲/۵۰
۱۶- تنقید غالب کے سو سال	....	۱۹/۰۰
۱۷- غالب کرٹیکل انٹروڈکشن (بہ زبان انگلیسی) غیر مجلد	...	۱۰/۵۰ ، مجلد ۲۰/۰۰

ملنے کا پتہ : پنجاب یونیورسٹی سیلز ڈپو (اولڈ کیمپس) لاہور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رفتار ادب

۱ - انجمن پنجاب - تاریخ و خدمات

مصنفہ : ڈاکٹر بیگم صفیہ تمنائی
ناشر : کفایت اکیڈمی ، اردو بازار ، کراچی

اب سے تقریباً ایک سو پندرہ برس پہلے کی بات ہے کہ ۲۱ جنوری ۱۸۶۵ء کو زندہ دلان پنجاب نے لاہور میں ایک انجمن قائم کی ، جس کا نام "انجمن اشاعت مطالب مفیدۂ پنجاب" رکھا ، مگر وہ "انجمن پنجاب" کے نام سے مشہور ہوئی -

اس کی بنیاد کچھ ایسی شبھ گھڑی پڑی تھی کہ یہ خوب پھلی پھولی - ہر مذہب و ملت ، ہر طبقہ اور ہر خیال کے لوگوں میں اس کی پذیرائی ہوئی اور یہ عہد آفریں اور تاریخ ساز ثابت ہوئی - اس کے پہلے صدر ڈاکٹر ڈبلیو - جی لائٹنر پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور اور سیکریٹری شعبۂ فارسی منشی ہرسکھ رائے مالک و مہتمم اخبار کوہ نور لاہور اور سیکریٹری شعبۂ انگریزی بابو نوبین چندر رائے تھے -
اس انجمن کے اغراض مقاصد میں سے چند یہ تھے :

(۱) قدیم مشرقی علوم کا احیاء -

(۲) لسانیات ، بشریات ، تاریخ اور ہندوستان اور ہمسایہ ملکوں کے آثار قدیمہ کے بارے میں تحقیقی کام کی حوصلہ افزائی -

(۳) دیسی زبانوں کے ذریعے عوام میں تعلیم کا فروغ وغیرہ - جیسے جیسے اس کی افادیت بڑھتی گئی ، حلقۂ اثر وسیع ہوتا گیا ، اس کی بہت سی ذیلی کمیٹیاں بنتی گئیں ، جن میں کمیٹی زبان عربی ، کمیٹی زبان فارسی ، کمیٹی زبان سنسکرت ، کمیٹی زبان ہندی اور کمیٹی زبان اردو خاص طور پر قابل ذکر ہیں - احیائے علوم مشرق اور اردو زبان و ادب کی ترقی اس انجمن کے نہایت شاندار کارنامے ہیں - اوریئنٹل کالج اور پنجاب یونیورسٹی کا قیام بھی اسی انجمن کی تجاویز کا ثمرہ ہے - ۱۸۶۵ء سے ۱۸۸۰ء تک کے پہلے پندرہ سالہ دور میں اردو ادبیات کے فروغ کے لیے جو کوششیں ہوئیں وہ سنگ میل کا درجہ رکھتی ہیں - بہت سے علمی اور ادبی تراجم اردو میں کیے گئے - اس کے علاوہ کئی اخبار ، رسالے اور علمی و ادبی انجمنیں قائم ہوئیں ، جن کے زیر اثر نہایت بلند پایہ تصانیف اردو کے قالب میں ڈھالی گئیں - غرض اردو ادبیات میں نشاۃ ثانیہ کا دور شروع ہوا -

جدید اردو مشاعرے بھی اسی انجمن نے شروع کیے ، جن میں طرحی غزلوں کی بجائے مختلف موضوعات پر نظمیں پڑھی جاتی تھیں -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس انجمن کا وجود تو اب باقی نہیں رہا لیکن اس کے لگائے ہوئے پودے آج خوب تناور اور چھتنار درخت بن چکے ہیں، جو سایہ بھی دے رہے ہیں اور برگ و بار بھی لا رہے ہیں:

آشیاں کے بعد یاد آشیاں باقی تو ہے
گو نہیں ہے گل، زمین گلستاں باقی تو ہے

بیگم صفیہ تمنائی نے ڈاکٹریٹ کے لیے ''انجمن پنجاب'' کو موضوع بنا کر اپنے تحقیقی مقالے میں اس کی تاریخ اور خدمات پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ ایسی عظیم اور اہم انجمن کے صحیح، مستند اور مفصل احوال کا مرقع تیار کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ چند چھوٹے چھوٹے مضامین کے سوا کوئی ایسا مواد موجود نہ تھا، جو راہنمائی کا کام دے سکتا۔ وسائل کی فرومایگی اور تحقیق و جستجو کی دشواریوں کے باعث کوئی اس کٹھن وادی میں قدم رکھنے کی ہمت نہ کرتا تھا۔ گویا یہ ایک ایسا بھاری پتھر تھا جسے چوم کے چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہ ایک چیلنج تھا کہ

''کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق''

ڈاکٹر صفیہ بانو نے یہ چیلنج قبول کرکے جتنا مواد مل سکا، اپنے دامن میں سمیٹ کر ایک ایسی کتاب کی شکل میں پیش کر دیا، جسے جامع بھی کہا جا سکتا ہے اور کسی حد تک مستند بھی۔ انھوں نے ہر قسم کی رکاوٹوں کا سامنا کرکے ایک ایسا فرض انجام دیا ہے، جو پنجاب کے تمام اہل قلم پر یکساں عائد ہوتا تھا۔ حالات کی تحقیق و کاوش میں موصوفہ نے اپنی صلاحیتوں کے مطابق ذوق کا ثبوت دیا ہے اور نتائج تحقیق کو اپنی بساط کے مطابق سلیقے سے مرتب کرکے پیش کیا ہے۔

کتاب کی ترتیب کچھ اس طرح ہے کہ پہلے باب میں فورٹ ولیم کالج، مرحوم دلی کالج، سائنٹیفک سوسائٹی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا سرسری جائزہ لیا ہے۔ لیکن کتاب کے بنیادی مطالب کے ساتھ اسے مربوط نہیں کر سکیں۔ دوسرے باب میں انجمن پنجاب کا سیاسی اور سماجی پس منظر پیش کیا ہے۔ تیسرے باب میں انجمن کے قیام، مقاصد اور تاریخ سے بحث کرکے اس کی کارکردگی کا جائزہ لیا ہے۔ چوتھے باب میں احیائے علوم مشرقی کے سلسلے میں اورینٹل کالج کی تاسیس اور ابتدائی کوششوں سے لے کر یونیورسٹی کا درجہ حاصل کرنے تک کے حالات بیان کیے ہیں۔ پانچویں باب میں انجمن پنجاب کے مشاعروں کی تفصیل ہے۔ اس میں صرف ان دس مشاعروں کی روئداد پیش کی گئی ہے، جن میں سے ہر ایک کے لیے الگ عنوان مقرر کرکے نظمیں پڑھوائی جاتی تھیں اور کامیاب نظموں پر انعام بھی دیئے جاتے تھے۔ یہ اگرچہ اس وقت بالکل انوکھی بات تھی مگر مولانا حالی اور آزاد کے علاوہ کئی دوسرے شعراء نے بھی ان پر طبع آزمائی کی۔ اس طرح جدید اردو نظم کا سلسلہ چلا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا محمد حسین آزاد نے ۸ مئی ۱۸۷۴ء کی شام کو اپنی اس تاریخی تقریر کے بعد، جس سے اردو شاعری میں انقلاب پیدا ہوا، اپنی پہلی نظم ''شب قدر'' پڑھ کر جدید مشاعروں کا آغاز کیا۔ پہلا باقاعدہ مناظمہ ۳۰ مئی ۱۸۷۴ء کو منعقد ہوا۔ اس کا موضوع ''برسات'' تھا۔ اس میں مولانا حالی نے اپنی مشہور نظم ''برکھا رت'' پڑھی۔ دوسرے مشاعرے کے لیے موضوع ''سرما یا زمستان'' تھا۔ یہ ۳۰ جون ۱۸۷۴ء کو منعقد ہوا۔ اس میں مولانا آزاد نے مثنوی ''زمستان'' پڑھی، جس پر بہت لے دے ہوئی۔ تیسرا مشاعرہ ۳ اگست ۱۸۷۴ء کو ہوا اس کا عنوان ''امید'' تھا۔ اس میں بہت سے شاعروں نے نظمیں پڑھیں، جن میں مولانا حالی اور آزاد بھی تھے۔ مولانا حالی کی نظم ''نشاط امید'' بڑی دلکش اور جاندار تھی۔ یکم ستمبر ۱۸۷۴ء کے مشاعرے کا عنوان ''حب وطن'' تھا۔ مصنفہ نے اسے تیسرا مشاعرہ قرار دیا ہے حالانکہ یہ چوتھا مشاعرہ تھا۔ اس کے بعد ''امن کے موضوع پر پانچواں مشاعرہ ۹ اکتوبر ۱۸۷۴ء کی شام کو ہوا۔ چھٹے مشاعرے کا موضوع ''انصاف'' تھا یہ ۱۴ نومبر ۱۸۷۴ءکو منعقد ہوا۔ ''مروت'' کے عنوان سے ۱۹ دسمبر ۱۸۷۴ءکو ساتواں مشاعرہ ہوا۔ آٹھواں مشاعرہ ''قناعت'' کے موضوع پر جنوری ۱۸۷۵ء میں ہوا۔

نویں اور دسویں مشاعروں کی مطبوعہ روئدادیں میسر نہ آنے کی وجہ سے فاضل مصنفہ نے کچھ تو مولانا آزادکی یادداشتوں کی مدد سے، جو آغا باقر مرحوم بنیرۂ آزاد کی تحویل میں تھیں، اور کچھ دوسرے ذرائع پر انحصار کرکے جو کچھ لکھا ہے وہ محض قیاسی اور خلاف واقعہ ہے۔ انھوں نے یہ غلط تاثر قبول کرکے کہ یہ روئدادیں طبع ہی نہیں ہوئیں، فرمایا ہے کہ ''نواں مشاعرہ ''تہذیب کے موضوع پر تھا اور یہ ۱۳ مارچ ۱۸۷۵ء کو ہوا تھا۔ اس مشاعرے کی دو مثنویاں مجھے مل گئی ہیں۔ پہلی مثنوی سید اصغر علی حقیر کی ہے اور دوسری رفیق کی۔''

اسی طرح دسویں مشاعرے کے متعلق صفیہ بانو صاحبہ نے لکھا ہے کہ ''اس کی تاریخ کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن غیر مطبوعہ مسودے پر فیض کی نظم ''اخلاق'' پر ہے۔ اس مشاعرے میں یقیناً دوسرے شعراء بھی شریک ہوئے ہوں گے۔ لیکن مولانا آزاد کی مثنوی ''شرافت حقیقی'' جو معنوی اعتبار سے اخلاق سے منسلک ہے، کے سوا کسی دوسرے شاعر کا کلام دستیاب نہیں ہو سکا۔''

حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں مشاعروں کی کارروائی حسب معمول اخبار انجمن پنجاب کے ضمیمے کے طور پر طبع ہوئی تھی اور آج بھی مجلس ترقی ادب لاہور کے کتب خانے میں موجود ہے۔ لیکن مصنفہ کی ان تک رسائی نہ ہو سکی، ان ضمیموں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ نواں مشاعرہ ''تہذیب'' پر نہیں بلکہ ''ہمدردی'' کے موضوع پر تھا اور یہ ۱۳ مارچ کو نہیں بلکہ ۲۲ مئی ۱۸۷۵ء کو ہوا تھا اور اس میں مولوی گل محمد، حکیم غلام فرید، منشی لچھمن داس برہم، مفتی امام بخش رئیس بٹالہ، مولوی محمد عطا اللہ صاحب عطا، شیخ الہی بخش رفیق، لالہ تارا چند تارا حلوائی، میر اصغر علی فقیر لکھنوی، دینديال طالب علم گورنمنٹ کالج لاہور اور سید کرم حسین طالب متعلم گورنمنٹ سکول نے نظمیں پڑھی تھیں۔

دسواں مشاعرہ بھی ''اخلاق'' کے موضوع پر نہیں بلکہ ''شرافت انسانی'' کے عنوان پر تھا، جو ۳ جولائی ۱۸۷۵ء کو انجمن پنجاب ہال میں منعقدا ہوا تھا۔ یہ بہت بے رونق تھا۔ اس میں جن چند شعراء نے شرکت کی تھی ان کے نام یہ ہیں:

جوالا سہائے خورم کائستھ، مولوی محمد عطاء اللہ عطا اور لالہ تارا چند تارا پتیسہ (سوہن حلوا) فروش۔ مولانا آزاد اور فیض کا اس میں کوئی ذکر نہیں۔ نہ ان کا کلام ہی شامل ہے۔ البتہ آخر میں فقیر انور حسین ہما کی وفات پر قطعۂ تاریخ درج ہے اور ضمیمے کے طور پر تہذیب الاخلاق سے ایک فرانسیسی عالم مانسیرر ایف گیٹرو صاحب کا سولزیشن پر لکچر کا کچھ حصہ نقل کیا گیا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سال سوا سال میں صرف یہی دس مشاعرے ہوئے اور اسی پر ان مناظموں کا خاتمہ ہوگیا۔

ان مناظموں کے علاوہ عام مشاعرے بھی ہوتے تھے، جن میں طرحی غزلیں پڑھی جاتی تھیں۔ ان کی روئداد علیحدہ طبع ہوتی تھی۔ مگر مصنفہ نے ان کو درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ انھوں نے تصویر کا صرف ایک رخ پیش کیا ہے، دوسرا رخ دکھایا ہی نہیں۔ شاید اس لیے کہ بعض دوسرے نقادوں کی طرح ان کے نزدیک بھی غزل گردن زدنی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ سر رشتۂ تعلیم پنجاب کے ڈائرکٹر کرنل ہالرائڈ اور پنجاب یونیورسٹی کے رجسٹرار ڈاکٹر لائٹنر کی ان بن اور دو عملی کی وجہ سے دو مضبوط پارٹیاں قائم ہوگئی تھیں۔ ایک جماعت سر رشتۂ تعلیم اور بک ڈپو کی تھی اور دوسری پنجاب یونیورسٹی کی۔ جب آزاد اور حالی نے، جو سر رشتۂ تعلیم اور بک ڈپو سے وابستہ تھے، نئی شاعری کا ڈول ڈالا اور مجوزہ موضوع پر مناظمے کا ڈھنگ نکالا، تو یونیورسٹی پارٹی نے ان کا ساتھ نہ دیا بلکہ پرانی طرز کا طرحی مشاعرہ برابر جاری رکھا۔ اخبار انجمن پنجاب میں ''مشاعرہ بیت العلوم پنجاب لاہور'' کے اشتہارات ان مشاعروں کا زندہ ثبوت ہیں۔ ایک اشتہار ۲۰ جون ۱۸۷۹ء کے اخبار انجمن پنجاب میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ ان مشاعروں کی روئداد گلدستۂ سخن کے نام سے رسالہ انجمن پنجاب کے ضمیمے کے طور پر چھپا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتی تھی - اردو غزلوں کے علاوہ ان دیگر زبانوں کا کلام بھی ان گلدستوں میں شائع میں شائع ہوا کرتا تھا ، جن زبانوں کے امتحانات یونیورسٹی اورینٹل فیکلٹی کے تحت ہوا کرتے تھے - زیر نظر کتاب میں قدیم طرز کے ان مشاعروں کا بالکل ذکر نہیں حالانکہ ان میں جذبات انسانی کی منہ بولتی تصویریں نظر آتی ہیں - صنف غزل اتنی ہی بلکہ اس سے زیادہ اہم ہے جتنی نظم :

کانٹوں کی رگ میں بھی ہے لہو سبزہ زار کا
پالا ہوا ہے یہ بھی نسیم بہار کا

پانچویں باب کے ضمن میں جو نمایاں کوتاہی مجھے نظر آئی ، میں نے عرض کر دی - منہ آئی بات رہ نہ سکی - بہرحال کتاب کے چھٹے باب میں اردو ادب کے تنقیدی مضامین کا ذکر ہے ، جن میں سب سے زیادہ مضامین خود مولانا آزاد کے ہیں - اس باب میں تذکرہ نگاری سے لے کر آب حیات تک کے مضامین کی نشاندہی کی گئی ہے - ساتویں باب میں انجمن کی لسانی خدمات کا جائزہ لیتے ہوئے نئے اسالیب نئے الفاظ کا مناسب استعمال اور ان سے متعلق مضامین کا ذکر ہے - آٹھویں باب میں رسالہ انجمن پنجاب کے اجراء کی تاریخ ، اس کے اسباب اور افادیت کا تذکرہ ہے - نویں باب میں پنجاب اور دیگر صوبوں میں انجمن کے مرتب شدہ اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے اور آخر میں بتایا گیا ہے کہ کس قسم کے سیاسی ، سماجی اور معاشرتی مسائل کی وجہ سے انجمن کی کارکردگی میں انحطاط شروع ہوا اور کس طرح یہ انجمن اپنی غیر فانی یاد چھوڑ کر ختم ہوگئی -

ڈاکٹر صفیہ بانو صاحبہ نے اپنی طرف سے تو پورا زور لگایا ہے اور جس امتحانی مقصد کے لیے یہ مقالہ لکھا تھا اس میں کامیاب بھی رہی ہیں - لیکن یہ ان کی اولین طالب علمانہ کاوش ہے اور جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے یہ نقش اول فروگزاشتوں اور خامیوں سے خالی نہیں - اسی بنا پر موصوفہ کے اساتذہ نے اس کی قدر و قیمت کا تعین کرتے وقت بڑی محتاط اور معنی خیز آراء کا اظہار کیا ہے - ڈاکٹر عبدالقیوم صاحب نے فرمایا ہے :

"محترمہ ڈاکٹر صفیہ بانو کا مقالہ "انجمن پنجاب" میں نے شوق سے پڑھا - تحقیقی اور تنقیدی اعتبار سے یہ مقالہ قابل توجہ ہے :"

ڈاکٹر فرمان فتحپوری کی رائے ہے :

"مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ڈاکٹر صفیہ بانو نے بہ حسن و خوبی اس کام کو انجام دیا - انھوں نے انجمن کے ہر شعبے پر بنیادی ماخذوں کی روشنی میں بحث کی ہے اور نتائج اخذ کیے ہیں - ان کا کام کئی لحاظ سے قابل توجہ ہے -"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کا خیال ہے :

''مجموعی طور پر اس مقالے کی نمایاں اور بنیادی خصوصیت اس کا تسلسل ہے ۔ ڈاکٹر صفیہ بانو نے انجمن پنجاب کی روئداد ایک تاریخی کہانی کی طرح پیش کی ہے ۔''

میرا ذاتی خیال ہے کہ واقعات کے تسلسل کے باوجود یہ تاریخی کہانی کچھ روکھی پھیکی ، سپاٹ اور بے رس سی ہے ۔ افراد اور کردار کسی جگہ بھی چلتے پھرتے ، بولتے چالتے اور حرکت و حرارت کا ثبوت دیتے دکھائی نہیں دیتے ۔ میرے نزدیک یہ اس تاریخی ''قصر فریدوں'' سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ، جس کے بارے میں مرزا سودا نے یہ شعر کہا تھا :

دیکھا میں قصر فریدوں کہ ہر اک شخص
حلقہ زن ہو کے پکارا ''کوئی یاں ہے کہ نہیں؟''

میں اپنی بات واضح کرنے کے لیے صرف ایک واقعہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ۔ اس سے آپ کو یہ اندازہ بھی ہو جائے کہ ابتدا میں کس طرح کی شخصیتوں کو اداروں میں ڈھونڈ کھینچ کر لایا گیا ، ان کی صلاحیتوں سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانے کے لیے ان کے کیا کیا ناز اٹھائے گئے ، انھوں نے کس خوشگوار ماحول میں کام کیا اور کیسے شاندار نتائج برآمد کیے ۔

مولانا فیض الحسن سہارنپوری پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور کے سب سے پہلے صدر شعبۂ عربی تھے ۔ پاک و ہند نے ان سے بڑا امام ادب آج تک پیدا نہیں کیا ۔ سرسید احمد خاں ، مولانا حالی ، مولانا شبلی نعمانی ، مولوی وحید الدین سلیم پانی پتی ، مولوی محمد اسمعیل میرٹھی ، مفتی عبداللہ ٹونکی ، مولانا حمید الدین فراہی ، مولوی عبدالعلی دہلوی ، مولوی عبدالجبار ملکاپوری ، مولانا اصغر علی روحی ، حافظ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری اور سینکڑوں دوسرے عالم جو برعظیم گیر شہرت کے مالک تھے ، ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے ۔ جب اورینٹل کالج قائم ہوا ، تو ڈاکٹر لائٹنر نے مولانا کی شہرت سن کر ان کو کالج میں تقرری کے لیے دعوت دی ۔ مگر مولانا نے مندرجہ ذیل موانع کی بنا پر تشریف لانے سے انکار کر دیا ۔ فرمایا :

(۱) آپ کی تعلیم گاہوں میں اوقات تدریس کی پابندی ہے اور ہمارا دستور یہ ہے کہ جس وقت چاہا پڑھا دیا اور جب چاہا التوا کر دیا ۔

(۲) آپ کے ہاں اوقات تدریس کی تعیین ہے اور ہمارے ہاں وقت کی تقلیل و تکثیر دونوں یکساں ۔ جب تک گوارا ہوا پڑھاتے رہے اور اگر طبیعت مائل نہیں تو کتاب کو ہاتھ نہیں لگایا ۔

(۳) آپ کے ہاں میز اور کرسی کے ساتھ لگ کر پڑھانے کا دستور ہے مگر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم تدریس کے وقت پلنگ پر بیٹھ کر پڑھاتے ہیں ۔ طبیعت استراحت کی جانب مائل ہوئی تو لیٹ کر پڑھانے لگے ۔ اونگھ آ گئی تو سو جانے میں بھی مضائقہ نہیں ۔ مگر شاگردوں کے لیے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھنے کا حکم ہوتا ہے اور جب آنکھ کھل گئی پھر پڑھانا شروع کر دیا ۔

(۴) آپ کے مدرسوں میں تحدید اوقات پر گھنٹی کی پابندی بھی ہم گوارا نہیں کر سکتے (وغیرہ وغیرہ) ۔

مولانا فیض الحسن نے اسی قسم کے متعدد عذر اور بہانے لکھ بھیجے ۔ لیکن ڈاکٹر لائٹنر (رجسٹرار تعلیم گاہ) نے مولوی صاحب کے تمام شرائط من و عن تسلیم کر لیے اور مولانا کو عربی کا صدر مدرس مقرر کردیا[۱] ۔ مولانا لاہور تشریف لے آئے ۔ درس گاہ کے ایک کمرے میں پلنگ لگا دیا گیا ۔ مولانا اپنی عادت کے مطابق پڑھاتے ۔ سونے میں خراٹے لیتے اور شاگرد اپنی اپنی جگہ کتابیں ہاتھ میں لیے بیٹھے رہتے ۔ آنکھ کھل جاتی تو جہاں سے سلسلہ منقطع ہوا تھا ، وہیں سے سر رشتہ میں گرہ لگا کر علم کے موتی پرونا شروع فرما دیتے ۔[۲]

اورینٹل کالج لاہور میں مولانا فیض الحسن کے حقیقی جوہر کھلے اور یہ چشمۂ فیض ، دریائے فیض بن گیا ۔ چنانچہ مولانا خود فرماتے ہیں :

تھی فیض کو جو پھولنے پھلنے کی آرزو
یاں تک گل اس نے کھائے کہ پھولوں سے پھل گیا

مولانا کی یہ غزل مارچ ۱۸۸۰ء کے گلدستۂ سخن جز ۴ میں موجود ہے ۔

جب اورینٹل کالج لاہور سے عربی کا رسالہ ''شفاء الصدور'' نکلنے لگا ، تو اس کی ادارت کے فرائض بھی مولانا فیض الحسن ہی کے سپرد ہوئے ۔ اس ذمہ داری کے لیے مولانا کے مقررہ مشاہرے میں پندرہ روپے ماہانہ کا اضافہ کیا گیا ۔ دوسرے سال پانچ روپے اور بڑھا دیئے گئے ۔ اخبار شفاء الصدور کے چند پرچے مولانا کے پوتے مولوی نصر العزیز قریشی کے پاس سہارنپور میں موجود تھے ، جن میں سے ایک رسالہ نمونے کے طور پر انھوں نے از رہ کرم مجھے بھی عنایت فرمایا تھا ۔ یہ رسالہ دسویں جلد کا پہلا پرچہ ہے ۔ مطبع انجمن پنجاب میں چھپا ہے ۔ فل اسکیپ سائز کے دس صفحے ہیں ۔ پیشانی پر ۱۵ جنوری ۱۸۸۴ء کی تاریخ درج ہے ۔ اس اخبار کے ذریعے مولانا نے کالج کے ماحول کو علمی رنگ میں رنگ کر اپنے شاگردوں میں عربی تحریر اور انشاء کا ذوق پیدا کیا اور آپ سے فیض حاصل کرنے والے

۱- پروسیڈنگ کمیٹی یونیورسٹی منعقدہ ۱۷ اکتوبر ۱۸۷۰ء جلد نمبر ۶-۱۰ ص ۲ ، ۲

۲- مضمون گلدستۂ سخن مندرجہ اورینٹل کالج میگزین ، نومبر ۱۹۵۴ء ص ۱۰۳ -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے ۔ مولانا فیض الحسن کی ایک اردو غزل میں ، جو مرحوم انجمن پنجاب کے مشاعروں ہی کی یادگار ہے ، اس ماحول کے متعلق لطیف اشارے ملتے ہیں :

دھنا سری کا نہ یہ وقت ہے نہ ایمن کا
مگر یہ وقت کوئی وقت ہے مرے مَن کا

یہ وقت وہ ہے کہ اب من چلے ابھر کے چلیں
یہ وقت وہ ہے کہ بدخواہ کا ڈھلے منکا

بناوٹ اس میں نہیں ہے کہ اندنوں لاہور
برے بھلے کا ٹھکانا ہے دوست دشمن کا

مخالف ایسے موافق ہوئے یہاں باہم
کہ آج برق بھلا چاہتی ہے خرمن کا

وہ لوگ یاں نظر آتے ہیں آج کل کہ کوئی
نہ ان کے میل کا ساتھی نہ ان کے تن من کا

کہیں کہیں سے مشقت اٹھا کے آئے ہیں
کوئی یمن کا مسافر ہے کوئی ارمن کا

عجب نہیں کہ یہاں تربیت کی خوبی سے
بہار آنب کی لائے درخت جامن کا

مرے کلام کو وہ شوق سے سنے جس نے
سنا ہو باغ و بہار آج میر امن کا[1]

انہی دنوں کی بات ہے ۔ مولانا محمد حسین آزاد اور مولانا فیض الحسن اورینٹل کالج میں برسر خدمت تھے ۔ دونوں میں کسی بات پر غالباً مشاعروں ہی کی وجہ سے شکر رنجی پیدا ہوگئی ۔ میر محفوظ علی بدایونی کا بیان ہے کہ جب مولانا فیض الحسن مولانا آزاد کے کمرے کی طرف سے گزرتے تو اُدھر منہ کرکے کھنکار کر تھوک دیتے ۔ جب دو ایک مرتبہ یہ حرکت ہوئی اور آزاد سمجھ گئے کہ یہ اتفاق نہیں بلکہ ارادی ہے ، تو ایک مرتبہ جب مولوی فیض الحسن ادھر سے گزرنے لگے ، آزاد اپنے کمرے کے دروازے پر آ کر منہ بنا کر کہنے لگے : ”ارے ! میں تو

۱۔ رسالہ گلدستۂ سخن مارچ ۱۸۸۸ء ۔ یہ رسالہ انجمن پنجاب کی طرف سے ڈاکٹر جی ۔ ڈبلیو لائٹنر پرنسپل اورینٹل کالج ، گورنمنٹ کالج و رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی کی نگرانی میں شائع ہوتا تھا ۔

© rasailojaraid.com